

محمد خاں احمد - لدن - اے - کی جانب بندوں رہے - مہماںوں کی عزت افزائی کی غاطر صاحبزادہ صاحب کے حکم کی لفظ پر لفظ تعمیل کرنا قوالوں کے دستور میں شامل تھا -

چھوٹی قاتوں کے کمرے سے باہر بڑی قاتوں اور وسیع نسبتوں کے طبق میں عام لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ پر دریاں پہنچی تھیں - ان دریوں کے صین بیچ میں پہیس کے قرب درویش اٹکے رحلوں پر قرآن مجید کی حبلہ کھولے بل بیل کر تلاوت کر رہے تھے - باقی جگہ فی الحال خالی تھی ، جہاں پہنچ بچے کھیل کوڑ میں مصروف تھے - پر طرف ایک گہما گہما کا عالم تھا - نجم چہلم کی استخار ہو رہی تھی -

صاحبزادہ سلامت علی شاہ کا ظہور :-

خبرے کے اندر جس کے گرد اگر دزار کی عالیشان عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں کھدائی کا کام شروع ہو چکا تھا ، صاحبزادہ سلامت علی شاہ بیجا طریقہ دستار بندی و گندی نشینی تیار ہو رہے تھے - ان کے ساتھ چوبان برادران کے سمجھلے چوبدری باشم علی چوبان کے علاوہ پیر صاحب کے پر اتنے خادمین اور معترض مرید موجود تھے - پیر صاحب کرامت علی شاہ کی وفات کے بعد ان مختصہ من میں ایک نام کا اضافہ ہوا تھا - یہ برگیثہ نیر (رشائزہ) ارشاد احمد خاں تھے جو فوج سے پنشن یافتہ ہو کر خالص دینی زندگی کو اپنا چکے تھے - برگیثہ نیر (رشائزہ) صاحب عرصہ چند سال سے پہلے صاحب مرحوم کے حلقہ ارادت میں داخل تھے - پیر صاحب کی وفات کے فوراً بعد برگیثہ نیر (رشائزہ) ارشاد احمد خاں نے موقر دیکھتے ہی صاحبزادہ سلامت علی شاہ سے یکے بعد دیکھے کئی ملاقاتیں کی تھیں - انھی نے صاحبزادہ صاحب کو کہا یہ صاحب مرحوم و مغفور نے ایک سے زائد بار اس خوابیش کا اخبار کیا تھا ، یعنی برگیثہ نیر (رشائزہ) صاحب ان کے فرزند صاحبزادہ صاحب کو مزید ترقیاتی غرض سے اپنی مشاورت سے مستقیم کریں اور آئندہ زندگی ، خاص طور پر 2009/08/27 22:08 سے مطابقت میں تھے - اس لئے کار آمد ثابت ہے پوکے تھے - اب بیکاریاودی کاموں سے فراغت پا چکے تھے اپنی خدمات پیش کرنے کے واسطے ہے تھے ، تاکہ جو کام ان کے لائق سمجھنا جائے پر کیا جائے - صاحبزادہ سلامت علی

گو عز کے انیس سال تھے مگر دماغ انہوں نے اس سے ذکری تھکنی عمر کا پیدا تھا ، آسانی سے کسی کی باتوں میں نہ آئے والے تھے ۔ مزید برآں لاپور کے اندر کالج کی چار سالہ زندگی نے انہیں بے مثل تجربے کا علم عطا کیا تھا ۔ تینجے کے طور پر وہ اپنی کم عمری کے باوجود ایک ایسے انسان کا فہم رکھتے تھے جو ایک نظر میں صورت حال کی تہبہ تھک پہنچ جاتا تھا ۔ اور اس کے امکانات کا جائزہ لیکر اس کے محور کو گرفت میں کر لینے کی قوت رکھتا تھا ۔ خاص طور پر والد کی وفات کے بعد ان چار چھ بیغتوں میں انہوں نے جتنی تیزی سے اعتمادِ نفس حاصل کیا تھا وہ حیران کن تھا ۔ وہ اپنے باپ کی نسبت قطعی مختلف قسم کے آدمی تھے ۔ ہر صاحبِ مرحوم کی زندگی ہزاروں بیچ دار راستوں سے گزر کر چک ہوئی تھی ۔ اپنی حیات کے دوران انہوں نے عالیٰ ترین رُتبہ پیدا تھا ۔ اس کے باوجود ان کے اندر ایک ملکجا ماضی رکھنے والے آدمی کا عدم اعتماد تھا جو جائے نہ جاتا تھا، اور جو آخر ان کو زندگی کے ایسے مقام پر لے آیا تھا جہاں اس کے نازک تاریخ بخختانہ کر ٹوٹ گئے تھے ۔ ان کے مقابلے میں صاحبزادہ سلامت علی کے نفس میں کسی بے یقینی کی کیفیت ڈھونڈے نہ ملتی تھی ۔ ان کی زندگی ایک ایسے ڈب پر استوار ہوئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کویا خود اعتمادی اور خوراکی انہیں ورثے میں ملی ہو ۔ اسی وجہ سے باپ کی موت نے گو انہیں صدمہ پہنچایا تھا مگر یہ واقعہ ان کے لئے ایک سانحہ ثابت نہ ہوا تھا ۔ صرف ایک آدھ روز کے لئے ان کے دل پر سخت تعجب کی کیفیت طاری رہی تھی کہ آخر کیوں ان کے والد بغیر کسی ظاہری علامت کے اچانک فوت ہو گئے تھے ۔ صاحبزادہ کی سمجھے سے یہ بات بالآخر تھی ۔ مگر اس بات پر انہوں نے مزید وقت ضائع نہ کیا تھا ۔ کفن دفن کا بعد چند روز کے اندر ہی انہوں نے دربار اور اس کے وسائل کا ہامِ نظم و نسیم پر قابو میں کر لیا تھا ۔ جب بریگیڈ میر (رٹ شائرڈ) ارشاد احمد خاں نے ان سے ملاقات کی تو صاحبزادہ سلامت علی شاہ ان کے اندازِ گفتگو اور طرزِ خیال سے شائر ہوئے ۔ فوج کے محکمہ سپلانی میں بریگیڈ میر (رٹ شائرڈ) صاحب کے طویل برجے کو دیکھتے ہوئے صاحبزادہ صاحب ان کے امکانات کو ایک نظر میں بھانپ گیا اور دوبارہ ملاقات کی خواہش قابو کی ۔ اس طرح چند ملاقاتوں کے بعد صاحبزادہ بریگیڈ میر (رٹ شائرڈ) کو اپنا مشیر خاص مقرر کر لیا ۔ اب وہ یہ مشتر معاشر میں بیکھیدہ نہیں (رٹ شائرڈ) صاحب سے صلاح مشورہ لیتے رہتے تھے ۔

بُجھے میں صاحبزادہ سلمت علی بابر آنے کے لئے تقریباً تیار ہو چکے تھے۔ جو بیاس انہوں نے زیب سن کیا تھا اُس کی تیاری میں انہوں نے دو روز تھے۔ سب سے پہلے ان کے خیال کے مطابق یہ ضروری تھا کہ عقبنی کی تھی۔ سب سے پہلے ان کے خیال کے مطابق یہ ضروری تھا کہ سلسہ کرلتی کا اپنا نشان وضع کیا جائے جس سے اس کی خاص پہچان قائم ہو۔ کسی اور پر بھروسہ کرنے کی بجائے صاحبزادہ نے پذیرت خود رات بھر جاکر ہو۔ اس کا نہایت تیار کیا تھا، جو یوں تو سبز پس منظر میں چاند اور چند ستاروں پر نشتمان تھا، مگر اس کی ترجیب ایسی تھی کہ نظر اس پر جنم جاتی تھی۔ پھر وہ وسٹار کی جانب متوجہ ہوئے۔ لڑکپن کے زمانے میں ایک بار انہوں نے کسی کتاب میں حیدر آباد وکن کے خلائقوں کی تصویس دیکھی تھیں اور اُس وقت سے ان کی دستار میں صاحبزادہ کے دل پر لگی ہوئی تھیں۔ انہوں نے معمولی رو و بدلتے ساتھ اس کی تصویر بنائی اور اپنے درزی کو بلا کر پدالیات دیں۔ دو روز کے بعد جب درزی وسٹار کو لے کر جس کے ماتحت پر سلسہ کرلتی کا نشان کاڑھا ہوا تھا، حاضر ہوا اور صاحبزادہ نے اسے سر پر جا کر شیئے میں اپنا حکس دیکھا تو انہیں محسوس ہوا جیسے دُنیا بھر کی دولت انہیں مل گئی ہو۔ اس وقت بُجھے کے اندر اپنے مریدوں میں گھرے ہوئے وہ اُسی وسٹار کو سر پر رکھے، سفید سک کی شیر و انی اور سفید شلوار پہنے کھوئے تھے تو ان کے چہرے پر ایک ایسا جمال اور جلال جھلک آیا تھا کہ بارہ آدمیوں کے اُس جگہ پر اپنا نک خاموشی چھاگلتی۔ ایک ایک نئے اپنی نہان روک لی اور دو مشت تک ایسے بیہوت کھوئے رہے کہ صرف سانس کی آواز سنائی دستی رہی۔ اس نئے میں صاحبزادہ سلمت علی شاہ نے بے اختیار اپنا دلیاں پاٹھ آگے بڑھا دیا۔ اس پاٹھ کی درسیانی اُنھی میں پر صاحبِ مرحوم کی manus جنمی انگوٹھی پچک رہی تھی۔ ان کے پدن پر صرف بھی کچھ تھی جو صاحبزادہ سلمت علی نے اپنے باپ سے مستعار لی تھی، باقی ان کا اپنا تھا۔ جب ان بارہ آدمیوں نے اپنے سامنے وہ انگوٹھی دیکھی تو سب کے شانے اس طرح ایک ساتھ غم ہو گئے جیسے ان پر کوئی ان دیکھا دیجے ہو۔ ان کے سچے سے بیش کی تحریر سی آواز پیدا ہوئی جیسے کہ ان کا بھروسہ ایک لٹکے کو رک میا ہو۔ سب سے پہلے برگینڈ میر (رشانہزادہ) ارشاد احمد اپنے گھنٹوں پر گر کر اُس پاٹھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑا، اُسے ہم کروں سے لکھا، اور انہوں کو پھٹکے قدموں پھٹکا ہوا پہنچنے جا کر رکھا ہوا۔ اُس کے بعد میر

بائیم علی پوپان اور پھر باقی کے دس آدمیوں نے مکمل خاموشی کے اندر ہی عمل ذہرا بیا۔ جب آخری آدمی جاکر ان میں شامل ہو گیا تو صاحبزادہ نے پاتھ چوا میں اٹھا کر بلکا سا بولیا، اُسی طرح جیسے انہوں نے اپنے والد کو کرتے ہوئے دیکھا تھا، جس سے مقصد قبولیت، اور ساتھ ہی الوداعی اشارہ دیتے کا تھا۔ اس اشارے پر بارہ کے پارہ ایک لفظ یونے بغیر پھٹکے قدموں پلتے ہوئے کرے سے پہر ہی عمل گئے۔ یہ بارہ آدمی، صاحبزادہ نے سوچا، آئے والے سالوں میں ان کے معتقدہ میں خاص ہوں گے، چون پر وہ اپنی جان حکم کا بھروسہ کر سکیں گے۔ کچھ دہ میں، انہوں نے تصور کیا، پاہر احاطہ کے متعلق پڑھاروں لوگ اسی عمل سے گزرے گے۔ آج مجزہ مدعویں کی سہماںداری میں کوئی کسر اٹھا رکھی جائے گی۔ پھر چند سال کے اندر، صاحبزادہ نے اپنے دل میں کہا، میں اپنی کے میدانوں میں ان کو چھکاڑ کے رکھ دوں گا۔

بریگیڈیئر (رٹائرڈ) ارشاد احمد غان بخوبی سے بختے والے آخری شخص تھے۔ جب پاہر ہی عمل کر انہوں نے دروازہ بند کیا تو کمرے کے اندر صاحبزادہ سلامت علی شاہ ایکلے کھڑے رہ گئے۔ بخوبی میں خاموشی تھی، اور پاہر کی دنیا گو دروازے کے دوسرا طرف آباد تھی تاہم بیست دوڑ کے قابلے پر بستی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اُس وقت دفعہ ان کے دل سے ہر اس کا ایک لرزتا پوہنچ لفظ گزر اجس کے اندر انتباہ کی قوت، انتباہ کی قوت داری اور انتباہ کے ایکلے ہون کا اساس ملا چلا ہوا تھا۔ ان کے سینے کے اندر یک دم ایک مرد فی کا سیاہ پر وہ ٹھنڈھ گیا، جس کے آندھیرے میں ان کی آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہیں۔ پھر اس سائے میں آہستہ آہستہ ہلتی سر اٹھاٹی ہوتی زندگی خود اپنے لگی۔ مرد فی کا وہ احساس گزرا گیا، کو وہ لمحہ اپنے پیچھے یہ تاہی پھر چھوڑ گیا کہ سلامت علی کی زندگی پر اب اس کا سلیے اٹھ ہو پہنچا تھا۔

اب ایک عجیب سا سرور صاحبزادہ کے دل سے ہی عمل کر پہن میں سوت کرنے لگا تھا۔ ان کا خیال پہنچتا گیا۔ ان پانچ پختوں کے اندر انہوں میں یہ ٹھنڈھ کر اپنی والاثت کو (بے وہ قریبی دوستوں کے جلتے میں اپنی اپنی چوئیں کے نام سے پُکارتے تھے) جدید خطوط پر رفع کرنے کی تھان تھے۔ مقدمہ کے واسطے انہوں نے اپنے دماغ میں کتنی منصوبے تیار کئے تھے۔ اہم منصوبے کے بارے میں بریگیڈیئر (رٹائرڈ) ارشاد احمد غان کے ساتھ ان کی

2009/08/27  
22:09

میں نہ بات پیسٹ اس طرز پر جو چکن تھی :  
صاحبزادے صاحب: پچھلے پند سالوں کے درواز میں متعدد ، بلومپسٹان اور  
سرحد کا چکر لکھا چکا ہوں وباں پر میں نے دیکھا ہے کہ روش پرہسا کرنے کے تخفف  
وسائل میں ایک اشد ضروری وسیلہ ہے و کاروں کی تیاری کا ہے ۔ آپ کا کیا نیہال  
ہے؟

بریگیڈیر (رشائز) : بالکل سر ۔ تھیک فرمایا ۔

ص - ص : تو آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

ب (ر) : سر بالکل متفق ہوں ۔ کسی کا قول بھی ہے  
کہ طاقت پندوق کی نیلی سے پھومتی ہے ۔

ص - ص - (مسکراتے ہوئے) آپ نے کیونسوں کی ساریں کامطاں کیا ہے؟  
ب (ر) : سر ملازمت کے درواز کچھ کورسز میں رفتارس کے طور پر پڑھائی گئی  
تھی ۔ اس سے زیادہ کا علم نہیں رکھتا ۔

ص - ص : ان کا قلخ تو پھر یہ خیالات کی بنتیا ہے ہے ۔ مگر ان کی پارٹی کی تحریم  
لا جواب ہے ۔ بھیں نہ سے لوگوں کی اچھی باتیں اپنانے میں عذر نہیں ہوتی  
چاہیے ۔

ب (ر) : بالکل نہیں سر ۔ اس ضمن میں تو ایک حدیث بھی موجود ہے ۔

ص - ص : (یات کاٹ کر) : ہمارے پکھر کا انفارسٹر ہزاروں سال پرانا ہے ۔  
اسے قائم رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض اولین ہے ۔

ب (ر) (جوش سے) : بالکل سر ۔ ہمارے پکھر کے مقابلے میں زیماں کا کوئی پکھر  
نہیں تجھہ سکتا ۔ سب دوسرے پکھر بتوں کے فراہود ہیں ۔ ہمارا پکھر اسے تعالیٰ  
کا بخشنا ہوا ہے ۔

صاحبزادہ سلامت علی شاہ نے ازاوہ کر لیا تھا کہ ضروری کاموں ۔

کر جلد از جلد اسی تنقیم کا احیاء ہو گا اور اسے بریگیڈیر (رشائز) احمد  
خان کی سربراہی میں دے دیا جائے گا ۔

اپ وہ پلکا سا سرور جس کی دھاری ان کے دل سے پھوٹ تھیں سے  
آپست سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے یاثنوں تک ان کے سامنے ہے ۔

پھیل پکھا تھا ۔ پکھر کا یک جیسے گٹاں کر کے کوئی پیشیدہ دروازہ کیسی کوئی  
اس سرور کی رو کے نجھے نچے ایک اور بہر اچھال سار کے چکن اور رواں ہے ۔

اس بہر کے اندر صرف نازک کے پرہیز ہے نوں کا تختہ خدا سنا تھا ۔

2009/08/27 22:09

احساس میں، اس حلقہ کے اندر نسیم اور اُس کی ہم قات قوم کی جانب لیک ہے لطف کد ورت کا سادہ شامل تھا جو حلقہ کے اش کو دو بالا کر رہا تھا۔ صاحبزادہ سلامت علی کے بیوی پر ایک لطیف سکر بست بکھر گئی۔ اُنہیں چند روز پہلے کا وہ واقعہ یاد آگیا جب دو کسان، صاحبزادہ کی موجودگی سے بے نہر، آپس میں باہم کرتے ہوئے باہر سے گزد رہے تھے۔

”یہس کاؤں کے اندر جو مشیادِ اُنھی بے کبھی بے صاحبزادہ سلامت علی کے ساتھ سوڈنگی“۔

انہوں نے دوبارہ قدِ آدم شیٹے کے مقابل کھوئے ہو کر ایک نظر اپنے پورے عکس پر ڈال، اور باہر کو چل دینے۔ بخوبی کے فرش کا چند قدم راست پار کرنے پر صاحبزادہ سلامت علی شاہ، سجادہ نشین، گویا اپنے گھر سے تخلی کروطن عزیز کی زندگی کا کمیل کھیلنے تک کے سفر کا آغاز کر چکے تھے۔ دروازہ کھول کر جب انہوں نے باہر قدم دھرا تو اُن کے اندر یہ احساس پیدا ہو چکا تھا کہ اُس بے کے دل نے بالآخر ایک ایسے جادو تک رسائی حاصل کر لی تھی جو سب جادوؤں سے زیادہ قوی اور جادوؤں تھا۔

اُس روز کی ایک اور حکایت یہاں کی جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اُس دن صبح سرے مالی سروری نے اپنے لحاف کی گہری اپنے اوپر سے ایجاد پھینکی اور چلا چلا کر اصرار کرنے لگی کہ اُسے نہلیا و حلیا جائے۔ اس پر صاحبزادہ سلامت علی شاہ کی اتنا بھی، کہ جیسے کوئی نیشن سے یہاں ہو جائے، اگر اُس کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ پھر وہ دونوں مل کر نہایتیں، نہایت کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کو تھے کپڑے پہنانے، بالوں میں تیل ڈالا اور کھنکی کی۔ دیکھنے والوں کا یہاں ہے کہ اُس روز اُن دونوں کے پھر وہ ایک پر سکون نور تھا کہ نظر نہ بتی تھی۔ اس حکایت کی صحت کے بارے سوچنے سے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ البتہ ایک بات صدقاً تھی، کہ اُس دن سے سروری نے اٹھ کر چلا پھرنا اور اپنے کام کاچ کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہنے والے یہ بھی کہتے تھے کہ مالی سروری کے سر میں کالے بال اور نہ میں تھے وہ حقنے لگتے تھے۔ وادہ اعلیٰ باضواب۔